تقریر

حضرت مصلح موعودؓ کی محبتِ الٰہی اور عبادات میں شغف

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:163)

ترجمہ:تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

محمود! عمر میری کٹ جائے کاش یونہی
ہو روح میری سجدہ میں اور سامنے خدا ہو

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔**حضرت مصلح موعودؓ کی محبتِ الٰہی اور عبادات میں شغف**

سامعین! سوانح فضل عمر جلد اول میں حضرت مصلح موعودؓ کے بچپن سے ہی عبادات اور محبتِ الٰہی میں غیر معمولی ذوق وشوق کے حوالے سے اس کتاب کے مصنف حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”بچپن سے ہی آپؓ کو عبادت الٰہی کا ذوق وشوق پیدا ہوا اور کم سنی میں ہی آپ نیم شبی عبادتوں کے عادی ہو گئے۔ متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپؓ نماز پنجوقتہ کے علاوہ تہجد کی نماز بھی بالالتزام ادا کیا کرتے تھے اور نماز کی ادائیگی محض رسمی اور ظاہری نہ تھی بلکہ بڑے خشوع وخضوع اور سوز وگداز کی حامل ہوا کرتی تھی۔ ایک بچے یا نوجوان کا نمازوں میں گریہ وزاری کرنا اور سجدوں میں دیر تک پڑے رہنا یقیناً بڑوں کے لئے باعث تعجب ہے خصوصاً اس وقت جب کہ ایسے بچے کو کوئی ظاہری صدمہ نہ پہنچا ہو اور فکر کی کوئی دوسری وجہ بھی نظر نہ آئے۔ یہ تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے اور دل میں سوال اٹھتا ہے کہ آخر اس بچے پر کیا بیتی ہے جو راتوں کو چھپ چھپ کر اٹھتا اور بِلک بِلک کر اپنے رب کے حضور روتے ہوئے اپنے معصوم آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کر دیتا ہے۔ یہی تعجب شیخ غلام احمد صاحب واعظ کے دل میں بھی پیدا ہوا جو ایک نو مسلم تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر احمدیت میں داخل ہوئے تھے اور اخلاص اور ایمان میں ایسی ترقی کی کہ نہایت عابد وزاہد اور صاحبِ کشف والہام بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ مَیں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں اور تنہائی میں اپنے مولا سے جو چاہوں مانگوں مگر جب مَیں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے اس الحاح کی وجہ سے مَیں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا اور میں نے دعا کی کہ یا الٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے؟۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ مَیں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی! مجھے میری آنکھوں سے اسلام کو زندہ کر کے دکھا اور یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔“

(الفضل 16 فروری 1968ء)

پھر آپ ایک جگہ حضور خلیفہ ثانیؓ کے متعلق لکھتے ہیں۔

”مرزا محمود احمد صاحب کو باقاعدہ تہجد پڑھتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ بڑے لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں۔“

سامعین! یہ تو آپؓ کے بچپن کے حوالے سے تھا۔ آئیں! جوانی کے عالَم کی باتیں سنیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شغف وانہماک اور محبت الٰہی کی خوشبو حضرت مصلح موعودؓ کی ہر حرکت وعمل سے ظاہر ہوتی تھی۔ وہ لوگ جو آپؓ کو شروع سے جانتے تھے ان کی گواہی بھی یہی ہے۔

مکرم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی نے آپؓ کو تہجد کی نماز میں لمبے لمبے سجدے اور خشوع وخضوع سے دعائیں کرتے ہوئے دیکھا تو ان کے دل میں ایک عجیب سوال پیدا ہوا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ:

”آپؓ کے اس جوانی کے عالَم میں جبکہ ہر طرح کی سہولت اپنے گھر میں حاصل ہے، زمینداری بھی ہے اور ایک شاہانہ قسم کی زندگی بطور صاحبزادہ، شہزادہ بسر کر رہے ہیں تو میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ آپ کو کس ضرورت نے مجبور کیا ہے کہ وہ تہجد میں آ کر لمبی لمبی دعائیں کریں۔ یہ بات میرے دل میں بار بار یہ سوال پیدا کرتی تھی لیکن حضرتِ ممدوح سے پوچھنے کی جرأت نہ پاتے تھے لیکن ایک دن مَیں نے جرأت کر کے آپ سے جبکہ وہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی صحبت سے اٹھ کر اپنے گھر کو جا رہے تھے راستے میں السلام علیکم کر کے روک لیا اور اپنی طرف متوجہ کر لیا اور نہایت عاجزی سے حضرت میاں

صاحب کی خدمت میں معافی مانگ کر پوچھا کہ وہ مقصد جس کے لئے آپ تہجد میں لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں وہ کیا ہے؟ اور نیز عرض کیا کہ میں بھی اس غرض کے لئے دعا کروں گا تا کہ وہ غرض آپ کو حاصل ہو جائے۔ اس کے جواب میں حضرتِ ممدوح نے مسکرا کر فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس بات کی دعا کرتے ہیں کہ خدا کے راستے میں جو انہوں نے کام کرنا ہے اس کے لئے انہیں مخلص دوست اور مددگار میسر آجائیں۔"

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 60)

سامعین! حضورؓ نے اپنی جوانی کے ایام میں حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کیا۔ خدا تعالیٰ کے گھر کو دیکھ کر جو محویت آپؓ پر طاری ہوئی اس کے متعلق آپؓ خود بیان فرماتے ہیں:

"میں جب حج کے لئے گیا تو مَیں نے بھی یہی دعا مانگی تھی مگر یہ خیال حضرت خلیفہ اوّل ہی کی ایجاد سے تھا اور کہتے ہیں اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّم..... بے شک جب میں نے یہ دعا کی تو یہ بھی نقل تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مجھے یہ واقعہ یاد نہیں تھا بلکہ اتنا بھی خیال نہیں تھا کہ میں زندہ بھی ہوں۔ میں تو سمجھتا تھا کہ میں مر چکا ہوں اور اسرافیل صُور پھونک رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے کہ **میری طرف چلے آؤ۔**"

(الفضل 8 نومبر 1939ء)

اس عظیم عبادت کے موقع پر آپؓ نے سات جانور قربان کئے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"جب حج کے لئے گیا تو میں نے سات قربانیاں کی تھیں۔ ایک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے، ایک والدہ صاحبہؓ کی طرف سے، ایک حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی طرف سے، ایک اپنی طرف سے، ایک اپنی بیوی کی طرف سے اور ایک جماعت کے دوستوں کی طرف سے۔"

(الفضل 20 جنوری 1935ء)

سامعین! سیر و تفریح کے وقت عموماً دھیان بٹ جاتا ہے۔ ہم نے اکثر نوجوانوں کو پکنکز مناتے دیکھا ہے مگر آپؓ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ میں دہلی گیا ہوا تھا۔ میری مرحومہ بیوی سارہ بیگم اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم نے امتحان پاس کیا تھا اور مَیں نے اُن سے وعدہ کیا تھا امتحان پاس کرنے کے بعد مَیں تمہیں آگرہ اور دہلی وغیرہ کی سیر کراؤں گا۔ مَیں انہیں دہلی کا قلعہ دکھانے لے گیا جب سیر کرتے کرتے ہم قلعہ کی مسجد کے پاس پہنچے تو مَیں نے اپنی بیوی اور بچی سے کہا کہ اب تو یہ قلعہ فوج کے قبضہ میں ہے نہ معلوم یہاں خدا تعالیٰ کا ذکر کبھی کسی نے کیا ہے یا نہیں۔ آؤ! ہم یہاں نماز پڑھ لیں۔ چنانچہ ہم نے وہاں پانی منگوایا، وضو کیا اور نماز پڑھی...... میں بہت دیر تک نماز میں مشغول رہا اور دعائیں کرتا رہا۔"

(الفضل 28 فروری 1943ء)

ایسی حالت کے متعلق ہی بزرگوں نے کہا ہے کہ جو دم غافل سو دم کافر۔ آپ ہر حال میں خدا کو یاد رکھتے تھے۔ ایک نماز کے رہ جانے کے خیال سے جو حالت ہوئی اس سے پتہ چلتا ہے کہ عبادت کی طرف آپؓ کے انہماک کا کیا عالَم تھا۔ فرماتے ہیں:

"مجھے یاد ہے چند سال ہوئے۔ مَیں ایک دفعہ دفتر سے اٹھا تو مغرب کے قریب جبکہ سورج زرد ہو چکا تھا مجھے یہ وہم ہو گیا کہ آج مجھے کام میں مصروف رہنے کی وجہ سے عصر کی نماز پڑھنی یاد نہیں رہی جب یہ خیال میرے دل میں آیا تو یکدم میرا سر چکرا گیا اور قریب تھا کہ اس شدتِ غم کی وجہ سے میں اس وقت گر کر مر جاتا کہ معاً اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے یاد آ گیا کہ فلاں شخص نے مجھے نماز کے وقت آکر آواز دی تھی اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا پس میں نماز پڑھ چکا ہوں لیکن اگر مجھے یہ بات یاد نہ آتی تو اس وقت مجھ پر اس غم کی وجہ سے جو کیفیت ایک سیکنڈ میں ہی طاری ہو گئی وہ ایسی تھی کہ میں سمجھتا تھا اب اس صدمہ کی وجہ سے میری جان نکل جائے گی۔ میرا سر یکدم چکرا گیا اور قریب تھا کہ میں زمین پر گر کر ہلاک ہو جاتا۔" (الفضل 24 جنوری 1945ء)

سامعین! کہتے ہیں کم خوراکی، کم سونا اور کم بولنا صوفیاء کے نزدیک قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ آپؓ کے اِس بیان سے عبادات میں آپؓ کے شغف اور کم کھانے کے متعلق آپؓ کے معمول کا پتہ چلتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"آج کل رمضان ہے اور روزہ کی وجہ سے زیادہ تقریر نہیں کی جاسکتی۔ دوسرے نیّر صاحب نے رات کو میجک لینٹرن کے ذریعہ سفر یورپ اور..... افریقہ کے حالات دکھائے ہیں گو اس سے بہت فائدہ ہوا ہے مگر سحری کو اس وقت آنکھ نہ کھلی جس وقت کھلنی چاہئے تھی اور مَیں دعا ہی کر رہا تھا کہ اذان ہو گئی اس لئے میں کھانا نہ کھاسکا۔ میں آج کل شام کو کھانا نہیں کھایا کرتا بلکہ سحری کو کھاتا ہوں لیکن آج سحری کو بھی نہ کھاسکا۔ اس وجہ سے لمبی تقریر کرنا مشکل ہے تاہم میں کوشش کروں گا کہ جس قدر ہو سکے بیان کر دوں کیونکہ احباب دور دور سے آئے ہیں۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت 1925ء صفحہ 12-13)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بھی حضور کی نیکی اور تقویٰ کے معترف اور قدر دان تھے یہی وجہ ہے کہ آپؓ کی نو عمری کے باوجود آپ کو امام الصلوٰۃ اور خطیب مقرر کیا ہوا تھا۔ ایک دفعہ جب آپؓ سے کسی نے اس امر کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ نے فرمایا:

"قرآن کریم نے تو ہمیں یہ بتایا کہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:14) مجھ کو جماعت میں میاں صاحب جیسا کوئی متقی بتادیں۔"

مزید برآں تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ، آپؓ سے ہر اہم کام میں مشورہ لیتے، سب سے زیادہ آپؓ کو اپنا مزاج شناس سمجھتے اور **اہم امور کی بہتر سرانجام دہی کے لئے دعا کی درخواست بھی کرتے۔**

آپؓ کے زہد و تقویٰ کا اس امر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپؓ نے شروع سے ہی اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کر رکھا تھا اور کسی دنیوی کام اور دھندے کی طرف ذرہ بھی رغبت نہ رکھی تھی اور اس کا ثبوت اِس واقعہ سے ہوتا ہے جو آپؓ نے خود بیان فرمایا ہے:

”حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد ایک دن ہمارے نانا جان، والدہ صاحبہ کے پاس آئے اور انہوں نے غصہ میں رجسٹر زمین پر پھینک دیئے اور کہا کہ مَیں کب تک بڈھا ہو کر بھی تمہاری خدمت کرتا رہوں اب تمہاری اولاد جوان ہے اس سے کام لو اور زمینوں کی نگرانی ان کے سپرد کرو۔ والدہ نے مجھے بلایا اور رجسٹر مجھے دے دیئے اور کہا کہ تم کام کرو تمہارے نانا یہ رجسٹر پھینک کر چلے گئے ہیں۔ میں ان دنوں قرآن اور حدیث کے مطالعہ میں ایسا مشغول تھا کہ جب زمینوں کا کام مجھے کرنے کے لئے کہا گیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے قتل کر دیا ہے۔ مجھے یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ جائیداد ہے کیا بلا اور وہ کس سمت میں ہے مغرب میں ہے یا مشرق میں شمال میں ہے یا جنوب میں۔“

(الفضل 22 اکتوبر 1955ء)

سامعین! عبادت میں انہماک و شغف اور دعا پر یقین کے متعلق حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحبؓ لکھتے ہیں:

”ہم دھرم سالہ پہنچے مگر وہاں بارش کی زیادتی کی وجہ سے آب و ہوا ناموافق ثابت ہوئی اس لئے ڈلہوزی میں مکان تلاش کروا کر وہاں پہنچ گئے۔ یہاں کی آب و ہوا موافق رہی۔ ایک روز حضور نے بعض ساتھیوں کو ہمراہ لے کر دو تین میل کے فاصلے پر جنگل میں دعا کی۔ اس غرض کے لئے دو رکعت نماز باجماعت ادا کی۔ باوجودیکہ حضور کو انفلوئنزا کے گزشتہ حملہ کی وجہ سے کمزوری لاحق تھی اور قریب ہی میں بخار کا حملہ بھی ہو چکا تھا مگر دعا کے لئے اس قدر لمبے سجدے حضور نے کئے کہ مقتدی تھک تھک گئے مگر حضور نے دعا کو جاری رکھا اور ڈیڑھ گھنٹہ سے زائد وقت میں دو رکعت نماز ادا کی۔“

(ایاز محمود جلد چہارم صفحہ 199)

ہر کس و ناکس ہر سال یہ مشاہدہ کرتا تھا کہ حضورؓ ہر رمضان کے آخر میں درس کے اختتام پر لمبی لمبی دعائیں کرواتے جن میں خشیت اور گریہ وزاری کا ایک عجیب عالم ہوتا تھا، جلسہ سالانہ کے افتتاح اور اختتام پر آپؓ کی متضرعانہ دعائیں، اسی طرح مجلس شوریٰ کے آغاز پر، ربوہ کی آبادی اور افتتاح کے مواقع پر، مسجد مبارک کی بنیاد رکھتے ہوئے نہایت تضرع سے دعائیں بھی کرواتے احباب کو یاد ہے۔

معزز سامعین! مکرم مولانا عبدالرحمان صاحب انور کو مختلف حیثیتوں میں آپؓ کے ساتھ لمبا عرصہ بجالانے کی سعادت ملی۔ آپ اپنے طویل مشاہدے اور بارہا کے تجربات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”یہ ایک حقیقت ہے کہ حضورؓ اگرچہ عام انسان تھے لیکن حضورؓ کے کاموں کو دیکھنے کے بعد ہر شخص یہ تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے کہ اس خاص انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی خاص تعلق ہے اور اس کی خاص تائید اس کے شامل حال ہے۔ چنانچہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ حضورؓ کو کسی ایسی چیز کی ضرورت محسوس ہوئی ہے جو عام حالات میں قریباً ناممکن الحصول ہوتی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے حصول کے سامان ہو جایا کرتے تھے گویا اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضور کے منشاء کی تکمیل میں لگ جایا کرتے تھے۔“

(الفرقان فضل عمر نمبر دسمبر، جنوری 1966ء صفحہ 43)

اپنے ساتھ تائید الٰہی کی ایک مثال بیان کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

”چند سال ہوئے مجھے ایک مکان کی تعمیر کے لئے روپیہ کی ضرورت پیش آئی۔ میں نے اندازہ کرایا تو مکان کے لئے اور اس وقت کی بعض ضروریات کے لئے دس ہزار روپیہ درکار تھا۔ میں نے خیال کیا کہ جائیداد کا کوئی حصہ بیچ دوں یا کسی سے قرض لوں اتنے میں ایک دوست کی چٹھی آئی کہ میں چھ ہزار روپیہ بھیجتا ہوں اس کے بعد چار ہزار باقی رہ گیا ایک تحصیلدار دوست نے لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمیں دس ہزار روپیہ کی ضرورت تھی اس میں سے چھ ہزار تو مہیا ہو گیا ہے باقی چار ہزار تم بھیج دو مجھے تو اس کا کوئی مطلب سمجھ نہیں آیا اگر آپ کو کوئی ذاتی ضرورت یا سلسلہ کے لئے درپیش ہو تو میرے پاس چار ہزار روپیہ جمع ہے میں وہ بھیج دوں۔ میں نے انہیں لکھا کہ واقعی صورت تو ایسی ہی ہے بعینہٖ اسی طرح ہوا ہے۔ گویا ضرورت مجھے تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے منہ سے کہلوانے کی بجائے اس دوست کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے کہلوا دیا۔ نہ اسے علم تھے کہ مجھے دس ہزار کی ضرورت ہے اور یہ کہ اس میں سے کسی نے چھ ہزار بھیج دیا ہے اور اب صرف چار ہزار باقی ہے اور نہ مجھے علم تھا کہ اس کے پاس روپیہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے خود ہی تمام اس کے لئے انتظام فرما دیا۔ تو بعض اوقات ایسے مواقع اللہ تعالیٰ خود ہی بہم پہنچا دیتا ہے۔ اس کے خاص بندوں کے لئے یہ صورت عام ہوتی ہے اور عام بندوں کے لئے شاذ کے طور پر لیکن سب ہی کے لئے حقیقی نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔“

(الفضل 11 جولائی 1939ء)

سامعین! خدا تعالیٰ پر توکل اور خدائی وعدوں کے پورا ہونے پر مکمل یقین جو مخالفت کی شدت، مخالفوں کی کثرت، مخالفانہ حالات اور فتنہ گروں کی فتنہ سامانیوں میں کبھی بھی متزلزل یا کم نہ ہوا بلکہ ہمیشہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ آپ کس پُرشوکت انداز میں اس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں بے شک انسان ہوں خدا نہیں ہوں مگر میں یہ کہنے سے نہیں رہ سکتا کہ میری اطاعت اور فرماں برداری میں خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ مجھے جو بات کہنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے میں اسے چھپا نہیں سکتا۔ مجھے اپنی بڑائی بیان کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے اور میں اس وقت تک اس شرم کی وجہ سے رکا رہا ہوں لیکن آخر خدا تعالیٰ کے حکم کو بیان کرنا ہی پڑتا ہے۔ میں انسانوں سے کام لینے کا عادی نہیں ہوں۔ تم بائیس سال سے مجھے دیکھ رہے ہو اور تم میں سے ہر ایک اس امر کی گواہی دے گا کہ ذاتی طور پر کسی سے کام لینے کا میں عادی نہیں ہوں حالانکہ اگر میں ذاتی طور پر بھی کام لیتا تو میرا حق تھا مگر میں ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہوں کہ خود دوسروں کو فائدہ پہنچاؤں مگر خود کسی کا ممنون و احسان نہ ہوں۔ خلفاء کا تعلق ماں باپ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس سے

اس کے ماں باپ نے خدمات نہ لی ہوں گی مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کسی سے ذاتی فائدہ اٹھانے یا خدمات لینے کی میں نے کوشش کی ہو۔ میرے پاس بعض لوگ آتے ہیں کہ ہم تحفہ پیش کرنا چاہتے ہیں آپ اپنی پسند کی چیز بتادیں مگر میں خاموش ہو جاتا ہوں۔ آج تک ہزاروں نے مجھ سے یہ سوال کیا ہوگا مگر ایک بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اس کا جواب دیا ہو۔ **میرا تعلق خدا تعالیٰ سے ایسا ہے کہ وہ خود میری دستگیری کرتا ہے اور میرے تمام کام خود کرتا ہے۔"**

(الفضل 4 ستمبر 1937ء)

پھر ایک جگہ اپنے تعلق باللہ اور محبتِ الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ بالکل سید عبد القادر جیلانیؒ والا ہے۔ وہ میرے لئے اپنی قدرتیں دکھاتا ہے مگر نادان نہیں سمجھتا ہے۔ یہ زمانہ چونکہ بہت شبہات کا ہے اس لئے میں تو اس قدر احتیاط کرتا ہوں کوشش کرتا ہوں دوسروں سے زیادہ ہی قربانی کروں۔ پس یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کو دیکھتے ہوئے میں انسانوں پر انحصار نہیں کر سکتا اور تم بھی یہ نصرت اس طرح حاصل کر سکتے ہو کہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ اور ایسا کرنے میں صرف خلیفہ کی اطاعت کا ثواب نہیں بلکہ موعود خلیفہ کی اطاعت کا ثواب تمہیں ملے گا اور اگر تم کامل طور پر اطاعت کرو تو مشکلات کے بادل اڑ جائیں گے تمہارے دشمن زیر ہو جائیں گے اور فرشتے آسمان سے تمہارے لئے ترقی والی نئی زمین اور تمہاری عظمت و سطوت والا نیا آسمان پیدا کریں گے لیکن شرط یہی ہے کہ کامل فرماں برداری کرو۔ جب تم سے مشورہ مانگا جائے مشورہ دو ورنہ چپ رہو، ادب کا مقام یہی ہے لیکن اگر تم مشورہ دینے کے لئے بیتاب ہو تو بغیر پوچھے بھی دے دو مگر عمل وہی کرو جس کی تم کو ہدایت دی جائے۔ ہاں صحیح اطلاعات دینا ہر مومن کا فرض ہے اور اس کے لئے پوچھنے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے باقی رہا عمل اس کے بارہ میں تمہارا فرض صرف یہی ہے کہ خلیفہ کے ہاتھ اور اس کے ہتھیار بن جاؤ تب ہی برکت حاصل کر سکو گے اور تب ہی کامیابی نصیب ہو گی۔"

(الفضل 4 ستمبر 1937ء صفحہ 9)

سامعین! ایک زمانہ اس امر کا شاہد ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے نصف صدی سے زائد عرصہ پر پھیلے خلافت کے زمانہ میں عبادات اور دعاؤں کو مقام محمود تک پہنچایا اور جماعت کو بھی اس کا عرفان بخشا۔ ابتلاء اور خطرات کے دنوں میں بعض اوقات ساری ساری رات حضور عبادت میں سجدہ ریز ہوتے رہے اور جماعت اور ساری بنی نوع انسان کے لئے دعائیں کرتے رہے اور مجسم عبادت اور مجسم دعا بن گئے۔

1957ء میں آپ کی لمبی اور خطرناک بیماری کے دوران آپؓ کی بہن حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے تحریکِ دعائے خاص کے نام سے ایک نظم لکھی اور اس میں آپؓ کے عبادت کے ذوق وشوق کو ان الفاظ میں ادا فرمایا:

گریہ یعقوب نصف شب خدا کے سامنے
"صبر ایوبی" برائے خلق با خندہ جبیں

اور ان درد بھرے الفاظ میں آپؓ کی صحت کے لئے دعا کی خاص تحریک فرمائی:

قوم احمد جاگ تو بھی جاگ اس کے واسطے
ان گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

سامعین! عبادت کے ذوق وشوق کے نتیجہ میں حضرت مصلح موعودؓ کو غیر معمولی خدمتِ دین کی توفیق ملی اور ایک نور عطا ہوا اور آپؓ کے ذریعہ دنیا میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ آپؓ کے ذریعہ بہت سے اخبارِ غیبیہ ظاہر ہوئے اور علوم و معارف کا اظہار ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپؓ کی وفات کے بعد پہلے جلسہ سالانہ پر آپؓ کے بارہ میں فرمایا تھا کہ:

"....خدا تعالیٰ شاہد ہے کہ ہم سے رخصت ہونے والا آقا اور محبوب واقعی الٰہی نوروں میں سے ایک نور تھا جو 14 مارچ 1914ء کو ہمارے افق پر طلوع ہوا اور 8 نومبر 1965ء کی صبح کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔"

(خطاب جلسہ سالانہ مطبوعہ الفضل 14 فروری 1966ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت مصلح موعودؓ کی محبتِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

"مارچ 1907ء میں جبکہ آپؓ کی عمر صرف 18 سال تھی حضرت مصلح موعودؓ نے ایک عظیم الشان مضمون بعنوان "محبت الٰہی" تحریر فرمایا جو بعد میں کتابی شکل میں شائع بھی ہوا۔ اس مضمون سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہی، چھوٹی عمر میں ہی علوم ظاہری و باطنی سے آپؓ کو پُر کرنا شروع کیا۔ آپؓ نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیدا ہی محبت کے لیے کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے کا مقصد اور غرض ہی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو اور اس دائمی زندگی بخشنے والے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن رہے۔ دائمی زندگی کون سی ہے؟ اگلے جہان کی۔ محبت ہی کے نتیجہ میں انسان گناہوں سے بچتا ہے اور درجات میں ترقی کرتا ہے اور محبت ہی خدا شناسی کا موجب بنتی ہے۔ بدوں محبت انسان کو خدا تعالیٰ کی حقیقت اور حقیقی معرفت نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔ آپؓ نے فرمایا: پس ضروری ہوا کہ گناہوں سے بچنے کے لیے اور ترقی درجات کے لیے ہم اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے بڑھائیں اور اپنے دل میں وہ اخلاص اور محبت پیدا کریں جس سے کہ ہم خدا تعالیٰ کے قریب ہو جائیں اور ہم ایک سورج کی طرح ہوں جس سے دنیا روشنی پکڑتی ہو۔ اس کے بعد آپؓ نے مختلف مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تو ایک ہی ہے لیکن اس کے بارے میں ہر مذہب کے تصورات جدا ہیں۔ اس

سلسلہ میں آپ نے یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں، آریوں کا خدا کے بارے میں عقیدہ بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ ایسی تعلیم اور صفات والا خدا انسان کی عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اسلامی تعلیم پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام کا خدا ہی ہر قسم کی خوبیوں اور حسن کا جامع ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ انسان فقط اسی سے محبت کرے اور اسی کی عبادت کرے۔ جیسا کہ میں نے کہا یہ تو واضح ہے کہ خدا تو سب کا ایک ہی ہے لیکن جو خدا کا نظریہ دوسرے مذاہب پیش کرتے ہیں اس کے مقابلے میں اسلام خدا کا جو نظریہ پیش کرتا ہے وہی حقیقی نظریہ ہے اور اسی سے خدا تعالیٰ کی محبت بھی دلوں میں پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ کر کے ثابت کیا کہ کسی دوسرے مذہب میں خدا تعالیٰ کی اس قدر صفات بیان نہیں کی گئیں اور نہ اسلام کی بیان کردہ صفات میں کوئی دوسرا مذہب خوبیوں اور کمالات کے لحاظ سے شریک ہے۔ آخر پر آپ نے اسلام کے زندہ خدا کا یہ ثبوت پیش کیا کہ فقط اسلام کا خدا ہی وحی والہام سے انسان کی آج بھی رہنمائی کرتا ہے جس طرح کہ وہ پہلے کرتا تھا اور یہی زندہ خدا کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ پھر آپ نے آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ اب میں اپنے مضمون کے خاتمہ پر پہنچ گیا ہوں کیونکہ میں نے ثابت کیا ہے کہ غیر مذاہب کے خدا اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے محبت کی جائے۔ ان کی تعلیم ناقص ہے۔ انسان ان پر عمل درآمد کر نہیں کر سکتا۔ بہرحال پھر آپؓ نے لکھا کہ اسلام کی تعلیم انسانی فطرت کے مطابق ہے اور خدا قادر مطلق ہے اور کل عیوب سے پاک ہے اور سب سے بڑی خصوصیت اسلام نے یہ بتائی ہے کہ اس میں محبت کرنے والے کو بالکل صاف جواب نہیں ملتا بلکہ خدا تعالیٰ اس کے امتحان کے بعد اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صاف جواب نہیں دیتا بلکہ خدا تعالیٰ کے اس امتحان کے بعد ایک امتحان میں سے گزرنا پڑتا ہے پھر اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس محبت کی گرمی کو جو کہ محبت کرنے والے کے دل میں ہر ایک چیز کو جلا رہی ہوتی ہے اپنی تسکین دہ کلام سے ٹھنڈا کرتا ہے اور اس سوزش اور جلن کو دور کرتا ہے جو کہ جواب کے نہ ملنے سے بپا ہوتی ہے اور اس طرح محبت اَور بھی چمک اٹھتی ہے اور اس کے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ میں خدا کے اَور بھی قریب ہو جاؤں اور اس طرح بڑھتے بڑھتے وہ یہاں تک نزدیک ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی نسبت فرماتا ہے کہ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ۔ یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا نام دنیا میں تیرے سبب سے ظاہر ہے اور تیری عزت میرے سبب سے ہے اور درحقیقت خدا تعالیٰ کے نام کا جلال دنیا پر ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہوتے ہیں جو کہ اس کی محبت کے دریا میں غرق ہوتے ہیں اور ان کی عزت صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ میں محبتِ الٰہی کے لفظ پر جس قدر سوچتا ہوں اسی قدر ایک خاص لذت اور وجد دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیارا ہے مذہب اسلام جس نے ہم کو ایسی نعمت کی طرف ہدایت کی ہے جس سے ہمارے دل روشن اور ہمارے دماغ منور ہوتے ہیں۔ اسلام کی تعلیم ہمارے زخمی دلوں کے لیے ایک مرہم کا کام دیتی ہے اور اگر اسلام نہ ہوتا تو بخدا طالبِ حق تو زندہ ہی مر جاتے اور وہ جن کے دلوں میں محبت کا ذوق ہے ان کی کمر ٹوٹ جاتی اور محبت ایک ناممکن وجہ سمجھی جاتی اور اس کو وہم سے موسوم کیا جاتا کیونکہ جب لوگ دیکھتے کہ کوئی ایسی ہستی نہیں جس سے کہ ہم محبت کر سکیں تو وہ محبت کے وجود میں شک لانے کے سوا اور کیا کر سکتے۔ خدا نے اسلام سا مذہب انسان کو عطا کر کے غمگین دلوں کو تسکین دی ہے اور زخمی سینوں کو مرہم عنایت کی ہے۔ جب ایک خدا سے محبت کرنے والا انسان دیکھتا ہے کہ وہ جس سے مَیں محبت کرتا ہوں ایک ذرّے ذرّے کو دیکھتا ہے اور دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور بولتا ہے اور پھر یہ کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنے سے محبت کرنے والے کو بدلہ دے تو اس وقت وہ اپنے دل میں اس محبت کی وجہ سے خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ یعنی انسان خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 2 تا 4)…. قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپؓ فرماتے ہیں کہ پس انسان کو چاہیے کہ اپنے لیے وہ مال جمع کرے جو اس کے کام آئے نہ وہ کہ اس کے بعد اس کے ورثاء برباد کر دیں۔ لیکن یہ دنیاوی مال تو ورثاء برباد بھی کر سکتے ہیں لیکن اگر یہ اس قرآن کی بتائی ہوئی تجارت کرتا ہے تو اس سے وہ نفع اٹھائے گا۔ اس کے بعد کوئی اسے برباد نہیں کر سکے گا بلکہ مرنے کے بعد اسی کے کام آئے گا۔ آپؓ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ ایسے تاجروں کا خود خزانچی بن جاتا ہے۔ پس جس کا خزانچی خدا خود ہو اس کو اَور کسی کی کیا ضرورت ہے؟ جو اس طرح خدا کے ساتھ تجارت کریں اور اس کی فوجوں میں داخل ہو جائیں ان میں دلیری بھی چاہیے اور چاہیے کہ وہ اپنی جانیں لفظاً نہیں بلکہ عملاً خدا کے سپرد کر دیں۔ حضورؓ نے ایسی تجارت کرنے والوں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں اور فتوحات کا ذکر فرمایا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے انہیں دشمن پر فتح عطا فرمائی اور غلبہ سے نوازا۔ اس تجارت یا بیع کے لیے بعض شرائط بھی ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ انسان ہر وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے اور اس طرح معافی مانگنے سے اپنے دل کے زنگ کو دور کرتا ہے۔ نمبر دو یہ کہ خدا تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے عبادت کی طرف توجہ کرے۔ نمبر تین یہ کہ حمد و شکر اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرنے کا التزام رکھے۔ نمبر چار یہ کہ امر بالمعروف کرے۔ نمبر پانچ یہ کہ حدود الٰہیہ کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی حفاظت کرے۔ اِن امور پر عمل کرنے والا مخلص مومن کامیاب و کامگار ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں پاتا ہے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 6-7)"

سامعین! پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تسلسل میں فرماتے ہیں۔

"خلافت کے بعد دوسرے سال 1916ء کے جلسہ میں آپؓ نے "ذکر الٰہی" کے موضوع پر خطاب فرمایا جس میں آپؓ نے نہایت اچھوتے اور دلنشیں انداز میں ذکر الٰہی اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر کرتے ہوئے "ذکر الٰہی سے مراد کیا ہے؟ اس کی ضرورت اس کی قسمیں اور فوائد" پر روشنی ڈالی۔ آپؓ نے اسی مضمون میں موجودہ دور کے صوفیاء وغیرہ کے ذکر کی کیفیت بھی بیان فرمائی کہ اُن کا اندازِ ذکر اُن کو رسموں میں مبتلا اور خدا کے قرب سے دور کر رہا ہے۔ آپؓ نے وضاحت فرمائی کہ ذکر چار قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا ذکر نماز ہے۔ دوسرا قرآن کریم کا پڑھنا ہے۔ تیسرا اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان کرنا ہے اور ان کی تکرار اور اقرار کرنا اور ان کی تفصیل اپنی زبان سے بیان کرنا۔ چوتھا خدا تعالیٰ کی صفات کو علیحدگی اور تنہائی میں بیان کرنا، غور کرنا اور لوگوں میں بھی اس کا اظہار کرنا۔ اسی تسلسل میں آپؓ نے ذکر الٰہی کو مقبول بنانے کے لیے ذرائع اور ذکر الٰہی کے خاص اوقات بھی بیان فرمائے کہ کیا کیا اوقات ہیں۔ کیا ذریعے ہیں۔ اسی خطاب میں آپؓ نے مقامِ محمود تک پہنچانے والے ذکر یعنی نماز تہجد میں باقاعدگی کی تاکید بھی فرمائی اور اس کے التزام و اہتمام کے ایک درجن سے زائد طریقے بتلائے کہ کس طرح ہم باقاعدگی سے پڑھ سکتے ہیں اور اسی طرح نماز میں توجہ کو قائم رکھنے کے لیے آپؓ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بائیس طریق بیان فرمائے اس جگہ اور آخر میں حضورؓ نے ذکر الٰہی کے بارہ عظیم الشان فوائد بھی بیان فرمائے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 3 صفحہ 15-16)"

تسلسل میں حضور نے "ربوبیت باری تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے۔" پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان فرمایا۔

"پٹیالہ میں آپؓ نے یہ خطاب فرمایا جس میں آپؓ نے اللہ تعالیٰ کی ہستی، اسلام اور قرآن کریم کی صداقت اور حضرت مسیح موعود کی سچائی کو صفت ربوبیت کے حوالے سے ثابت کیا۔ حضورؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ہستی کا ثبوت ہیں۔ صفات الٰہیہ پر غور کرنے اور ان زبردست قدرتوں کا مشاہدہ کرنے سے جن کا ظہور ہمیشہ ہوتا رہتا ہے ماننا پڑتا ہے کہ ضرور ایک زبردست عالم، دانا اور رحیم وکریم ہستی موجود ہے۔ حضور نے فرمایا کہ سورت فاتحہ جو امّ القرآن ہے اس میں ان چار صفات کو بیان کیا گیا ہے جو تمام صفات کا خلاصہ ہیں اور جن پر غور کرنے سے انسان ہر قسم کی بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً پہلی صفت رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا تعلق تمام مخلوقات سے ہے۔ ہر چیز اس کی ربوبیت سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ جس خدا نے جسم کی ربوبیت اور ترقی کے لیے اعلیٰ درجہ کے سامان کیے ہیں اس نے روح کی زندگی کے لیے بھی ضرور سامان کیے ہوں گے جو جسم کی نسبت زیادہ قیمتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیۡهَا نَذِیۡرٌ۔ (فاطر:25) ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کے نبی آئے ہیں جو انسانوں کی تربیت اور روحانی ربوبیت اور ترقی کا سامان کرتے رہے۔

آخر پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنہیں دنیا کی تمام اقوام اور زمانوں کی اصلاح کے لیے بھیجا۔ چونکہ آپؐ کے ذریعہ شریعت کی تکمیل کر دی گئی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میرے بعد خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کر کے ایسے خدا کے بندے آتے رہیں گے جو لوگوں کو اس شریعت کے مطالب سے آگاہ کر کے انہیں خدا سے ملاتے رہیں گے۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے صفت ربوبیت کے تحت حضرت مرزا صاحب کو بھیجا جنہوں نے خدا سے ہمکلام ہونے اور اصلاحِ خلق کرنے کا دعویٰ فرمایا اور خدا کی فعلی تائید آپ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے میں ظاہر ہوئی اور زندہ نشانات نے آپؑ کے دعویٰ کی صداقت کو ثابت کر دیا۔ آخر میں حضورؓ نے فرمایا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندہ خدا کو پیش کرتا ہے اور اس میں زندگی کا ثبوت مل رہا ہے۔ نیز یہ بھی کہ خدا جس طرح پہلے اپنے بندوں کی روحانی ربوبیت کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے طریق پر چل کر ہم آج بھی انہی انعامات اور فوائد کو حاصل کر سکتے ہیں جو آج سے ہزاروں سال پیشتر حاصل ہوئے تھے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 4-5)"

(خطبہ جمعہ 19 فروری 2021ء)

سامعین! پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ آپؓ کے تعلق باللہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

"آپؓ کی عبادتوں کے معیار کی بچپن میں ہی کیا حالت تھی اس بارے میں "حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بھی جو آپؓ کے بچپن کے اساتذہ میں سے تھے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔" فرماتے ہیں کہ "چونکہ عاجز نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت 1890ء کے آخیر میں کر لی تھی اور اس وقت سے ہمیشہ آمد و رفت کا سلسلہ متواتر جاری رہا۔ میں حضرت اولوالعزم مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کو اُن کے بچپن سے دیکھ رہا ہوں ....ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب آپؓ کی عمر 10 سال کے قریب ہو گی۔ آپ مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے اور پھر سجدہ میں بہت رو رہے تھے۔ بچپن سے ہی آپؓ کو فطرۃً اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ خاص تعلق محبت تھا۔" (سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 116۔117)

.....حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ نے 'تشحیذ الاذہان' میں اپنی ایک دعا کا ذکر کیا ہے جو 1909ء میں آپؓ نے لکھا۔ اس مضمون میں رمضان کی برکات کا ذکر کرنے کے بعد آپؓ نے لکھا کہ:

"میں رسالہ تشحیذ الاذہان کے لئے اپنی میز میں سے ایک مضمون تلاش کر رہا تھا کہ مجھے ایک کاغذ ملا جو میری ایک دعا تھی جو میں نے پچھلے رمضان میں کی تھی۔ مجھے اس دعا کے پڑھنے سے زور سے تحریک ہوئی کہ اپنے احباب کو بھی اس طرف متوجہ کروں۔ نامعلوم کس کی دعا سنی جائے اور خدا کا فضل کس وقت ہماری جماعت پر ایک خاص رنگ میں نازل ہو۔ میں اپنا دردِ دل ظاہر کرنے کے لئے اس دعا کو یہاں نقل کر دیتا ہوں کہ شاید کسی سعید الفطرت کے دل میں جوش پیدا ہو اور وہ اپنے رب کے حضور میں اپنے لئے اور جماعت احمدیہ کے لئے دعاؤں میں لگ جائے جو کہ میری اصل غرض ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔

"اے میرے مالک میرے قادر خدا! میرے پیارے مولیٰ میرے رہنما! اے خالق ارض وسماء! اے متصرفِ آب وہوا! اے وہ خدا! جس نے آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک لاکھوں ہادیوں اور کروڑوں رہنماؤں کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اے وہ علی وکبیر! جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان رسول مبعوث کیا۔ اے وہ رحمان! جس نے مسیح سا رہنما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں پیدا کیا۔ اے نور کے پیدا کرنے والے! اے ظلمات کے مٹانے والے! تیرے حضور مَیں، ہاں صرف تیرے ہی حضور میں مجھ سا ذلیل بندہ جھکتا اور عاجزی کرتا ہے کہ میری صدا سن اور قبول کر کیونکہ تیرے ہی وعدوں نے مجھے جرأت دلائی ہے کہ مَیں تیرے آگے کچھ عرض کرنے کی جرأت کروں۔ میں کچھ نہ تھا تو نے مجھے بنایا۔ میں عدم میں تھا تو مجھے وجود میں لایا۔ میری پرورش کے لئے اربعہ عناصر بنائے اور میری خبر گیری کے لئے انسان کو پیدا کیا جب میں اپنی ضروریات کو بیان تک نہ کر سکتا تھا۔ تو نے مجھ پر وہ انسان مقرر کئے جو میری فکر خود کرتے تھے۔ پھر مجھے ترقی دی اور میرے رزق کو وسیع کیا۔ اے میری جان! ہاں اے میری جان! تو نے آدم کو میرا باپ بننے کا حکم دیا اور حوا کو میری ماں مقرر کیا۔ اور اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو جو تیرے حضور عزت سے دیکھا جاتا تھا، اس لئے مقرر کیا کہ وہ مجھ سے ناسمجھ اور نادان اور کم فہم انسان کے لئے تیرے دربار میں سفارش کرے اور تیرے رحم کو میرے لئے حاصل کرے۔ میں گنہگار تھا تو نے ستاری سے کام لیا۔ میں خطاکار تھا تو نے غفاری سے کام لیا۔ ہر ایک تکلیف اور دکھ میں میرا ساتھ دیا۔ جب کبھی مجھ پر مصیبت پڑی تُو نے میری مدد کی اور جب کبھی میں گمراہ ہونے لگا تُو نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ باوجود میری شرارتوں کے تُو نے چشم پوشی کی۔ اور باوجود میرے دور جانے کے تُو میرے قریب ہوا۔ میں تیرے نام سے غافل تھا مگر تُو نے مجھے یاد رکھا۔ ان موقعوں پر جہاں والدین اور عزیز و اقرباء اور دوست وغمگسار مدد سے قاصر ہوتے ہیں تُو نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا اور میری مدد کی۔ میں غمگین ہوا تو تُو نے مجھے خوش کیا۔ میں افسردہ دل ہوا تو تُو نے مجھے شگفتہ کیا۔ میں رویا تو تُو نے مجھے ہنسایا۔ کوئی ہو گا جو فراق میں تڑپتا ہو، مجھے تو تُو نے خود ہی چہرہ دکھایا۔ تُو نے مجھ سے وعدے کئے اور پورے کئے اور کبھی نہیں ہوا کہ تجھ سے اپنے اقراروں کے پورا کرنے میں کوتاہی ہوئی ہو۔ میں نے بھی تجھ سے وعدے کئے اور توڑے مگر تُو

نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا۔ میں نہیں دیکھتا کہ مجھ سے زیادہ گنہگار کوئی اور بھی ہو اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ مہربان تُو کسی اور گنہگار پر بھی ہو۔ تیرے جیسا شفیق وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا۔" اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہیں "تیرے جیسا شفیق وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا۔ جب میں تیرے حضور میں آکر گڑگڑایا اور زاری کی تُو نے میری آواز سنی اور قبول کی۔ میں نہیں جانتا کہ تُو نے کبھی میری اضطرار کی دعا رد کی ہو۔ پس اے میرے خدا! میں نہایت درد دل سے اور سچی تڑپ کے ساتھ تیرے حضور میں گرتا اور سجدہ کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میری دعا کو سن اور میری پکار کو پہنچ۔ اے میرے قدوس خدا! میری قوم ہلاک ہو رہی ہے اسے ہلاکت سے بچا۔ اگر وہ احمدی کہلاتے ہیں تو مجھے ان سے کیا تعلق جب تک ان کے دل اور سینے صاف نہ ہوں اور وہ تیری محبت میں سرشار نہ ہوں۔ مجھے ان سے کیا غرض؟ سوائے میرے ربّ! اپنی صفات رحمانیت اور رحیمیت کو جوش میں لا۔ اور ان کو پاک کر دے۔ صحابہ کا سا جوش وخروش ان میں پیدا ہو۔ اور وہ تیرے دین کے لئے بے قرار ہو جائیں، ان کے اعمال ان کے اقوال سے زیادہ عمدہ اور صاف ہوں۔ وہ تیرے پیارے چہرہ پر قربان ہوں اور نبی کریمؐ پر فدا۔ تیرے مسیح کی دعائیں ان کے حق میں قبول ہوں اور اس کی پاک اور سچی تعلیم ان کے دلوں میں گھر کر جائے۔ اے میرے خدا! میری قوم کو تمام ابتلاؤں اور دکھوں سے بچا اور قسم قسم کی مصیبتوں سے انہیں محفوظ رکھ۔ ان میں بڑے بڑے بزرگ پیدا کر۔ یہ ایک قوم ہو جائے جو تُو نے پسند کر لی ہو۔ اور یہ ایک گروہ ہو جس کو تو...اپنے لئے مخصوص کر لے۔ شیطان کے تسلط سے محفوظ رہیں اور ہمیشہ ملائکہ کا نزول ان پر ہوتا رہے۔ اس قوم کو دین و دنیا میں مبارک کر، مبارک کر۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔" (سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 309 تا 312)

یہ دعا جیسا کہ میں نے کہا 1909ء کی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خلافت کے وقت میں جبکہ آپؓ کی عمر صرف 20 سال تھی، اس وقت بھی آپؓ کے دل میں دین کے لئے اور قوم کے لئے ایک درد تھا۔ اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے آپ کی روح پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانے اور آپؐ کے غلام صادق اور مسیح موعود اور مہدی معہود کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے رات دن ایک کر کے اور اپنے عہد کو پورا کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوئی اور ہمیں آپ کی اس درد بھری دعا کو سمجھنے اور کرنے اور احمدی ہونے کے مقصد کو پورا کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ 22 فروری 2019ء)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کی شدید خواہش تھی کہ ساری جماعت مجسم عبادت و دعا بن جائے اور نمازوں کو سنوار کر اور نوافل و تہجّد سے سجا کر اور سارے آداب ملحوظ رکھ کر عبادت کا حق ادا کرے۔ چنانچہ آپؓ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے:

"ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نماز کا پابند ہو۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نمازوں کو وقت پر ادا کرے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نماز کو سوچ سمجھ کر اور ترجمہ سیکھ کر ادا کرے۔ ہر شخص کا فرض ہے وہ علاوہ فرضی نمازوں کے رات اور دن کے اوقات میں نوافل بھی پڑھا کرے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ نماز کے اندر محویت پیدا کرے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق یا تو وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو یا وہ اپنے دل میں یہ یقین رکھتا ہو کہ خدا تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

پھر ہر شخص کو چاہئے کہ وہ فرائض اور نوافل اس التزام سے اور باقاعدگی سے ادا کرے کہ اس کی راتیں بھی دن بن جائیں۔ اسی طرح تہجّد کی مناجات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔ جب تک کوئی شخص اپنی نمازوں کی اس رنگ میں حفاظت نہیں کرتا اس وقت تک اس کا یہ امید کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر لے گا ایک وہم سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔"

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اوّل)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ہم سب کو حضرت مصلح موعودؓ کی طرح نمازوں اور عبادات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوب خدا ہے
اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکین
وہی آرام میری روح کا ہے
ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شہنشاہ ہر دوسرا ہے

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

✡✡✡✡